© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

گذشتہ ماہ جنوری میں بمبئی میں دینی تعلیمی کنونشن ہوئی اور فروری میں جمعیۃ علمائے ہند کا اٹھارہواں سالانہ جلسہ کلکتہ میں منعقد ہوا۔ اس ماہ فروری کو خاص طور پر قومی اور ملی اداروں کے جلسوں اور کانفرنسوں کا مہینہ کہنا چاہیے۔ کیونکہ جمعیۃ علمائے ہند کی کل ہند کانفرنس کے علاوہ مدراس میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔ ادارہ انجمن ترقی اردو کی آل انڈیا کانفرنس، برار میں صوبہ مسلم ایجوکیشنل کانفرنس۔ بستی (یوپی) میں صوبہ انجمن ترقی اردو کانفرنس بھی چند روز کے آگے پیچھے سے اسی مہینہ میں منعقد ہوئیں ان سب کانفرنسوں میں جو تقریریں ہوئیں، جو تجاویز منظور کی گئیں، جو خطبات پڑھے گئے اور ان میں جس جوش و خروش کے ساتھ لوگوں نے شرکت کی اور حصہ لیا وہ ہمارے مستقبل کے لئے فال نیک ہے ان کانفرنسوں کی مجموعی طور پر یہ خصوصیت بہت زیادہ مسرت اور اطمینان کا باعث ہے کہ ان کی کارروائیوں میں دل شکستگی، ہزیمت خوردگی اور مایوسی و احساسِ کمتری کا کہیں نام و نشان نہیں ہے بلکہ ان میں ایک عزم ہے خود اعتمادی اور ولولہ ہے۔ اپنی تعمیر نو کے لئے ہمت و حوصلہ ہے۔ اور بگڑے ہوئے کاموں کو از سرِ نو سنوارنے اور سدھارنے کا ایک بے چین و مضطرب جذبہ اور امنگ ہے۔ یہ سب اس بات کی اچھی علامت اور نشانی ہے کہ ملک کی ہمہ جہتی ترقی کے ساتھ ساتھ اب مسلمانوں کا وہ دورِ گمشدگی و حیرانی جو تقسیم کے طبعی نتیجہ کے طور پر ان پر طاری ہو گیا تھا وہ توقع اور اندازہ کے برخلاف بہت جلد ختم ہو گیا ہے اور وہ اپنی حیاتِ قومی و ملی کے چاک در چاک جیب و دامان کی سوزن کاری و رفوگری کے ارادہ سے پھر ایک نئی اُمنگ اور ولولہ کے ساتھ اُٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔

جہاں تک ہمت، جوش اور حوادث و آفات میں بھی ثابت قدم رہنے کا تعلق ہے۔ مسلمانوں میں ایسے افراد کی کمی نہیں ہے جو ان اوصاف سے متصف ہوں لیکن تعمیر و

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ترقی کے اس مرحلہ پر جوش سے زیادہ ہوش کی اور بہادری سے زیادہ ٹھنڈے دماغ کے ساتھ ٹھوس اور تعمیری کاموں کو انجام دینے کی ضرورت ہے اور افسوس ہے کہ مسلمانوں میں ایسے ہی افراد کی کمی ہے، آج ہمارے کتنے تعلیمی، اقتصادی، سماجی اور مذہبی مسائل و معاملات ہیں جو ایک عمدہ تنظیم اور جماعتی اتحاد و اتفاق کے ساتھ خاموشی اور استقلال سے کام کرنے کے مقتضی ہیں اور محض بزم آرائی اور کانفرنسوں میں چند تجاویز پاس کر دینے سے اُن کا حل دستیاب نہیں ہوتا۔ مثال کے طور پر صرف ایک دینی تعلیم کے مسئلہ کو لیجئے بمبئی کی کنونشن نے اس مقصد کے لئے ایک مرکزی بورڈ تو بنا دیا ہے لیکن اس بورڈ کو پورے ملک میں دینی مکاتب قایم کرنے کے لئے کتنا روپیہ درکار ہوگا۔ کتنے مخلص اور لایق کارکن درکار ہوں گے۔ اور ان سب مکاتب کی نگرانی کے لئے بورڈ کو جگہ جگہ کتنے ادارے قایم کرنے ہوں گے۔ جب ان سب چیزوں کا تصور کیا جاتا ہے تو اس منصوبہ کی تکمیل جوئے شیر لانے سے کم مشکل نظر نہیں آتی لیکن عوام اور خواص دونوں میں اس مسئلہ کی اہمیت کا صحیح احساس پیدا ہو جائے تو اس کی تکمیل کچھ مشکل بھی نہیں ہے۔ بہرحال مستقبل ہی یہ فیصلہ کرے گا کہ ہم نے آج اپنے قومی پلیٹ فارم پر جن کاموں کی انجام دہی کا عہد و پیمان کیا ہے انھیں ہم کہاں تک پورا کر سکے ہیں۔

بڑی خوشی کی بات ہے کہ حکومتِ ہند کی لاکھوں روپیہ کی فیاضانہ امداد و اعانت سے مسلم یونیورسٹی علی گڈھ میں اسلامی تحقیقات اور ہندوستان کی تاریخ قرونِ وسطیٰ کی تحقیقات کے لئے دو مستقل شعبے قایم ہو گئے ہیں۔ پہلے شعبہ کے ڈائرکٹر ڈاکٹر عبدالعلیم صدر شعبہ عربی اور دوسرے کے پروفیسر شیخ عبدالرشید مقرر ہوئے ہیں۔ دونوں شعبوں نے اپنا کام سرگرمی کے ساتھ شروع کر دیا ہے۔ ہمیں یہ نہیں معلوم کہ ان دونوں شعبوں کے لئے کام کے پروگرام اور اس کی ترتیب کی شکل کیا ہے لیکن یہ حقیقت غالباً مسلم یونیورسٹی علی گڈھ کے ذمہ دار اصحاب پر پوشیدہ نہ ہوگی کہ تاریخ ہند اور اسلامیات دونوں ایسے موضوع ہیں جن پر اگرچہ اب تک بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ لیکن اب بھی ایک بہت بڑا میدان ہے جو خالی پڑا ہوا ہے اسے صحیح نقطۂ نظر

© rasailojaraid.com